

Samne Kuch Dikhta Kuch – سامنے کچھ دکھتا کچھ

[وہ چاہتوں کا سمندر ہوا بارشوں کا پانی مجھے اس سے کوئی لینا دینا نہیں سعمیہ تم پلیز اس کی وکیل بن کر میرے پاس مت آیا کرو۔ اس کی بہترین دوست اور شیراز کی محبتوں میں گندی بہن سعمیہ آج پھر اپنے اکلوتے بھائی کا رشتہ لے کر آئی تھی اور اس پر ایک امتحان کی سی کیفیت تھی وہ پچھلے چھ ماہ سے بار بار انکار کر رہی تھی مگر شیراز تھا کہ ہر حال میں اسے پانے کی ضد کے بوئے تھا ایسے میں وہ اس کے انکار کو کوئی اہمیت دے ہی نہیں رہا تھا اس کا کہنا تھا کہ سبین یونیورسٹی کے دنوں میں اسے شدید محبت کرتی تھی اور اس کی محبت کبھی ختم نہیں ہوسکتی.... نہ ہی سبین کی محبت اتنی عارضی تھی کہ اس کے ذرا سے برے رویے اسے ختم کردیں۔ سبین کے ہر بار کے انکار کے باوجود سعمیہ بھائی کے بار بار مجبور کرنے پر چلی آتی تھی اور آج بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ اپنے بھائی کو کہ دیں وہ جس محبت کے لیے امید لگائے بیٹھا ہے وہ کہیں دفن ہوگئی ہے، پلیز پھر اس بارے میں بات کرنے مت آنا یہ میری تم سے گزارش ہے۔ سبین کا لہجہ بہت تھکا ہوا سا تھا۔ سعمیہ اس کی حالت سمجھتی تھی مگر بھائی کی ضد کے آگے بھی مجبور تھی۔ میں جانتی ہوں میری باتیں اس کے لیے اذیت کا سبب بنتی ہیں لیکن مجھے اس سے محبت نہیں رہی... زرد لہجے میں کہتی وہ رخ موڑ گئی۔ سبین پلیز سوچ لو شاید کوئی گنجائش نکل ہی لے کیونکہ تم دونوں کی زندگی کا سوال ہے۔ سعمیہ نے اپنی سی آخری کوشش کی۔ گنجائش؟ رشتے بچانے کے لیے تو گنجائش نکالی جاسکتی ہے مگر محبت ختم ہونے کے بعد گنجائش نہیں نکالی جاسکتی اور جب گنجائش نکالی تھی ناں سعمیہ اس وقت تمہارا بھائی منہ موڑ گیا تھا اس کی محبت وقتی ثابت ہوئی تھی تب اسے میرے آنسو، میرا دکھ نظر نہیں آیا تھا، اب تم کہتی ہو کہ میں گنجائش نکالوں ممکن ہی نہیں ہے ایسا، محبت میرے دل میں اب رہی ہی نہیں، وہ جذبہ جو کبھی مجھے بے اختیار کر دیا کرتا تھا اب وہ مجھ میں ہے ہی نہیں۔ وہ آہستہ سے کہتی سعمیہ کونسی اور ہی دنیا میں کھوئی ہوئی لگی۔ سمنہ نے ازردگی سے اس کو دیکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ اذیت کی نئی لہر دل میں سرایت کر رہی تھی شیراز وہ تھا جس کی وہ کبھی شدید خواہش کیا کرتی تھی۔ جو اس کی سب سے پہلی اور آخری دعا ہوا کرتا تھا۔ وہ اسے نظر انداز کرتا تھا اور اب وہی انسان تھا جو شدت سے اس کا خواہش مند تھا اور اس کو باعزت طریقے سے اپنانا چاہتا تھا اور اس کے لیے اب ایسا ممکن نہ رہا تھا۔ اب جب تم میری محبت کے طلب گار ہوتو میرا دل خاموش ہے، کوئی جذبہ دل میں سر اٹھاتا ہی نہیں، کوئی خواہش، کوئی خواب تم سے جڑا ہوا ہی نہیں ہے تو پھر میں تم پر نگاہ ڈالوں تو کیوں؟ تم جو کبھی دل کی اولین خواہش تھے اب اس کے لیے اجنبی ہو اور میرے لیے کسی اجنبی کی سمت دیکھنا مناسب نہیں اور نہ ہی کسی اجنبی کے جذبات کی تسکین کرنا میرے اصولوں میں شامل رہا ہے۔ سبین سمنہ کے جانے کے بعد آہستہ کے سامنے کھڑی سوچ رہی تھی مگر پہلی محبت کی یہ خامی ہوتی ہے کہ وہ دل سے محو نہیں ہوتی، آپ چاہے لاکھ جدائی چاہتے ہوں مگر اس کی ابٹ ہمیشہ آپ کے دل کے کسی کونے سے اٹھتی ضرور ہے۔ پہلی محبت کی چاہت کے رنگ بھی نہیں اترتے ہیں پر یہ باتیں وہ نہیں جانتی تھی یا شاید جانتا نہیں چاہتی تھی۔ وہ تھکے ہوئے انداز میں بیڈ پر لیٹ گئی اور آنکھیں بند کیں تو ماضی بند آنکھوں میں اتر آیا تھا اور اسے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر گیا تھا۔ '☆☆☆n\،' یہ یونیورسٹی کا دور تھا یعنی اس کی محبت کا خوب صورت دور جب وہ شیراز کے عشق میں پور پور ڈوبی ہوئی تھی پر شیراز کے دل میں اس کے لیے محبت جیسا جذبہ کہیں کسی کونے میں بھی موجود نہ تھا اگر موجود بھی تھا تو وہ اسے پہچان نہ پایا تھا وہ ان لوگوں میں سے تھا جو چاہے جانا پسند کرتے ہیں، لوگوں کی نظروں میں رہنا جن کی پہلی چاہ ہوتی ہے، وہ خوبرو اور وجیہ شخصیت کا مالک تھا، پوری یونیورسٹی میں اس کے چرچے تھے۔ وہ شیراز کو لے کر کسی نشے کا شکار بھی نہیں ہوئی تھی کہ اس کی محبت عبادت جیسی تھی لیکن پہلی بار وہ کرب سے تب گزری جب اس نے شیراز کو کالج کیشین میں فائنل کی لڑکی کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف دیکھا اور پھر وہ اس کے ساتھ مصروف نظر آنے لگا وہ خود کے بنائے گئے خوابوں کے محل کو کرچی کرچی ہوتے دیکھتی رہی اور شیراز کے فہمے اس کے خوابوں کی توہین کرتے رہے۔ آج کل یونیورسٹی میں یہ جوڑی ہاٹ کیل کے نام سے مشہور تھی اور سبین تھی کہ دل ہی دل میں خون کے آنسو بہا رہی تھی، اس کے دل میں شیراز کے لیے صرف اور صرف محبت تھی مگر شیراز شاید سمجھ نہ پایا تھا اور اس کو اپنی ذات کی توہین کسی طور منظور نہ تھی۔ خاموش رہی اور شیراز سے بہت دور رہنے لگی اور شیراز چند دن بعد اس کے پاس لوٹ آیا تھا۔ کیا ہوا، آج وہ لڑکی کہاں ہے؟ وہ سبین کے پاس آیا سبین نے نادانستہ پوچھا جبکہ اس کا ایسا ارادہ نہیں تھا، وہ اس پر اپنے احساسات ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ پور ہوگیا ہوں یار شیراز کے لہجے میں بیزاریت تھی اسے شدید دکھ پہنچا۔ تم ایسا کیسے کر سکتے ہو شیراز؟ لڑکی کوئی گیم تھوری نہ ہے جس سے تم کھیل کر پور ہو جاؤ گے۔ اس نے انتہائی دکھ سے کہا تھا اور شیراز اسے سنجیدہ دیکھ کر مسکرا دیا۔ دیکھو سبی یہاں کی لڑکیاں بھی مطلب پرست ہیں ان کے فیشن پورے کرواتے رہو تو ساتھ چلتی ہیں ورنہ نئی راہوں کی سمت سفر شروع کر دیتی ہیں۔ سولڑکوں کے لیے بھی وہ ایک سگریٹ سے زیادہ نہیں ہوتیں کہ جب تک ان کا ذائقہ منہ کو ملتا رہے وہ پیٹے رہتے ہیں اور جب ختم ہوجائے تو پھینک دیتے ہیں اب ہر لڑکی تمہارے جیسی تو نہیں ہوتی نہ منزل مقصود جیسی۔ جس کے پاس تھک ہار کر جب چاہو چلے آو وہ صرف آپ کی امانت ہوتی ہے۔ شیراز اس کی آنکھوں میں دیکھتا کہہ رہا تھا اس کے اس انداز پر وہ ہنس دی۔ شیراز کیا رشتہ صرف ایک لڑکی بناتی ہے، مرد کا اس میں ہاتھ نہیں ہونا چاہیے؟ وہ اسے اشاروں میں کچھ سمجھانا چاہتی تھی لیکن وہ فی الحال سمجھنے سمجھانے کے موڈ میں نہیں تھا۔ چھوڑو... شادی تو میں تم سے ہی کروں گا اور مجھے پتا ہے تم مجھے ہمیشہ سنبھال لوگی۔ وہ ایک آنکھ دبا کر شرارت سے بولا تھا اور سبین کی روح تک میں سکون اتر گیا تھا پھر اسے کوئی بات یاد نہیں رہی تھی۔ '☆☆☆n\،'

لیتا اس کی 'وہ ایک بے وقوف عورت تھی، وہ تھی ہی ایسی کہ شیراز اگر غلطی کر کے معافی مانگ اہمیت بتاتا تو وہ فوراً پگھل جاتی، دل میں محبت کی آنچ کچھ ہی پل میں جلنے لگتی - وہ بھی ہر عورت کی طرح چاہتی کہ وہ جس مرد سے محبت کرتی ہے اسے کسی طرف جانے نہ دے اور اگر وہ جاتا ہے تو یہ اس کی سب سے بڑی شکست ہوگی۔ شیراز نے اس کے ساتھ محبت کے کئی وعدے کیے اور وہ اس کی محبت میں سب بھول گئی، اس کی تمام تر غلطیاں بھی اور شیراز کو دیوتا کا درجہ دے دیا وہ جو بھی کہتا اس کا کہا حرف آخر ہوتا اور جو اس کی پہنچ سے دور ہوتا وہ شیراز حق جتا کر، زہر دیتی پس وصول لیا کرتا تھا اور وہ محبت کے نام پر سب کیے جاتی، سب دے جاتی کہ شیراز کا اسے حق جتاننا اچھا لگتا تھا۔ کچھ وقت اور سرکا اور شیراز کسی اور لڑکی کی زلفوں کا اثر ہو گیا ایسے میں سپین نے ہر وہ ممکن کوشش کی جو شیراز کو اس کی سمت لاسکتی تھی مگر وہ اذیل گھوڑا بنا رہا اور اس کو نظر انداز کرتا رہا تھا۔ اسے شیراز کے رویے سے تکلیف پہنچی تھی اور اس رات وہ اس کی باتوں کو یاد کر کے دیر تک روتی رہی تھی۔ وہ نماز فجر کی ادائیگی کے بعد اللہ پاک کے حضور دعا کرنے لگی تو کرم سیال آنکھوں سے بے اختیار رواں ہو گئے تھے۔ میرے مالک کیا تو نہیں جانتا کہ اب مجھے میں سکت باقی نہیں رہی؟ ایک لڑکی محبت ایک ہی بار کرسکتی ہے یہ تو، تو جانتا ہے نا؟ پھر کیوں مجھے عذاب میں مسلسل رکھا ہوا ہے کوئی شخص میری زندگی گوامتحان گاہ کیسے بنا سکتا ہے، مان لیتی ہوں اللہ جی کہ مجھ سے غلطی ہوئی پر میں وہ غلطی اب دہرانہ نہیں چاہتی۔ پلیز اللہ جی شیراز کو مجھ سے دور کر دیں۔ کبھی اس کی دعا مانگی تھی آج اسی سے دوری کی دعا مانگ رہی ہوں، اللہ جی پلیز مجھے اس اذیت سے نکال لیں۔ پلیز اللہ جی۔ روتے ہوئے اس کی بچکی بندھ گئی تھی اور پھر سپین کو جیسے سکون مل گیا تھا اور وہ دیر تک یوں ہی روتی رہی تھی۔ '☆☆☆n\،' 'سپین بخاری۔ پھر کیا سوچا ہے تم نے کیا تم مجھے ایک موقع دو گی کہ میں تمہاری زندگی میں خوشیاں اور تمہارے چہرے پر مسکان لاسکوں؟ حمزہ ماما کی کرن کا اعلیٰ عہدے پر فائز پڑھا لکھا بیٹا جسے سپین کی اداسی میں ذہنی صورت سے محبت ہو گئی تھی لیکن اب سپین کو اس کی محبت کی ضرورت نہیں تھی۔ اسے حمزہ قابل اعتبار لگا تھا، وہ دنیا سے بہت الگ تھا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی جس کی بنا پر سپین زیادہ دیر تک اس کی آنکھوں میں نہیں دیکھے سکی تھی۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی کی جگہ شرارت تھی۔ وہ خاموشی سے اس کے سامنے سے ہٹ گئی تھی۔ وہ کب تک گھر میں رہا اور ماما باپا سے کیا باتیں کرتا رہا اس کو خبر نہیں ہوئی تھی لیکن یہ لڑکے جال بچھانے کو یوں ہی معصوم بن جایا کرتے ہیں اپنا ماضی کھول کر سامنے رکھ دیتے ہیں کہ دھوکہ تو دے رہا ہوں مگر سچائی کی بنیاد پردوں کا۔ سپین کو چاہے وہ لاکھ معصوم لگتا ہومگر وہ اسے ایک بھی موقع نہیں دینا چاہتی تھی وہ جب جب گھر آتا تھا وہ اپنے کمرے میں چھپ جایا کرتی تھی، وہ اس سے بات کرنا نہیں چاہتی تھی۔ کہ اس کا موڈ کسی بھی اجنبی سے بات کر کے خراب ہوجایا کرتا تھا۔ شیراز جب تک اس کے ساتھ تھا وہ سب سے ہنسی مذاق کرتی تھی مگر اس کے بعد اس کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا تھا اور پھر وہ اتنی لا چار تو نہیں تھی کہ کوئی اور اسے خوش رکھنے کی کوشش کرنے کی اجازت مانگے وہ کب خود کو کسی پر پرت در پرت کھلے دینا چاہتی تھی۔ وہ بھلا اپنے غموں کی تشہیر کب کرنا چاہتی تھی لیکن وہ بے بس تھی۔ جو بھی ہوا تھا بہت اچا تک تھا شدید محبت کے جواب میں ملنے والی بے اعتنائی وہ رخی آپ کی ذات کو زہر زہر کر گئی تھی، خود پسندی پھر آپ کا پسندیدہ کھیل ہو جایا کرتا ہے۔ مگر وہ اپنوں کے لیے خود کو کوئی تکلیف نہیں دے رہی تھی مگر ایسا بھی نہیں تھا کہ وہ کھل کر مسکرا رہی تھی۔ حمزہ کے جانے کے بعد ماما اس کے کمرے میں آئیں تو وہ بیڈ پر نیم دراز تھی۔ ماما نے اس سے حمزہ سے شادی کا ذکر کیا تھا، وہ خاموش رہی۔ حمزہ سب جانتا تھا لیکن وہ سمجھتا تھا کہ کسی کے ماضی کو دیکھ کر اس کے مستقبل کا فیصلہ نہیں کرنا چاہیے اگر آپ اس قابل ہیں کہ کسی کو اپنے ساتھ لے کر چل سکیں تو اس کا مطلب واضح ہے کہ اس کا مستقبل آپ کے ساتھ ہوگا ماضی کی جھلک یقیناً مستقبل قریب میں نہیں ہوگی ساتھ ہی وہ یہ بھی جانتا تھا کہ بکھرے ہوئے لوگ جب سمیٹے پر آتے ہیں جہاں بھر کے غم سمیٹ لیتے ہیں۔ وہ خود بکھرنے سے ڈرتا تھا سوسپین کا انتخاب کیا تھا جسے سپین نے کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔ آج پھر ماما نے رات کے کھانے پر ان کی فیملی کو مدعو کیا تو وہ بھی ساتھ ہی چلا آیا تھا۔ سپین سب کو ایک جگہ جمع دیکھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ ماما کے اشارے پر حمزہ اس کے پیچھے آیا تھا۔ حمزہ پھر تمہاری زندگی کو مشکل نہیں بنانا چاہتی کیا یہ بہتر نہیں تم سکون کی زندگی گزارو؟ اس نے بے بسی سے پوچھا تو حمزہ نے نفی میں گردن ہلا کر چہرے کے نقوش معصوم سے بنائے وہ سر جھٹک کر رہ گئی۔ تو میں ہاں سمجھوں؟ حمزہ بھنوبی چڑھانے مسکرا رہا تھا، وہ گردن نفی میں ہلا گئی۔ حمزہ ایک نگاہ سپین پر ڈال کر واپس چلا گیا اس رات پھر وہ بہت دیر وہیں کھڑی ماضی سے حال تک کا سفر کرائی لیکن اب اس کی سوچوں میں حمزہ بھی تھا جس کے لیے اس کے دل میں کوئی جگہ نہیں تھی۔ وہ اول روز سے اسے پسند تھا لیکن ایسے نہیں جیسا حمزہ اسے پسند کرتا تھا اس کے دل میں شیراز کے سوا اور کوئی نہ تھا اس کے جانے کے بعد بھی۔ '☆☆☆n\،' 'میں نہیں مل سکتی - وہ مختصر کہ کرفون بند کر دینا چاہتی تھی پر شیراز نے عاجزی سے فوراً کہا۔ پلیز آخری بار مل لو میں اس کے بعد بالکل بھی تنگ نہیں کروں گا تمہاری قسم سپین۔ اور وہ پگھل گئی تھی اتنی سنگ دل تھوڑی تھی، شیراز جانتا تھا وہ بے قوف سی تھی وہ اس کے سامنے ہوگا تو وہ انکار کی جرات ہی نہیں کر پائے گی۔ ٹھیک ہے میں کل آ رہی ہوں - وہ کہ کرفون بند گئی وہ جانتی تھی اسے کہاں جانا ہے اس لیے جگہ کا نہیں پوچھا تھا۔ سپین اس سے ملنے کے کا سوچ کر ہی خوف زدہ ہو گئی تھی وہ جانتی تھی کہ وہ کمزور پڑ جائے گی لیکن وہ ایک بار پھر اسے موقع نہیں دینا چاہتی تھی۔ لیکن اگر وہ ازالہ کر گیا تو؟ وہ تمہارے سامنے ہاتھ جوڑ کر بیٹھ گیا تو، تو تم فرار کی راہیں ڈھونڈ پاؤ گی؟ وہ ہمیشہ ہی ایسا کرتا آیا تھا اور اس بار بھی ایسا کر

کے اندر سے سوال کیا۔ گیا سامنے آنے پر تم پھل گئی تو کیا پھر اسے اپنی محبت بخشو گی؟ کسی نے اس محبت تو وہ جذبہ ہے جو عمر گزر جانے کے بعد بھی پکارے تو دل اس کی سمت پلٹنے کو لپٹانے لگتا ہے۔ پھر وہ تو عشق تھا میرا۔ لیکن مجھے آخر تک ہمت بنائے رکھتی ہے، میں جھک نہیں سکتی، پلٹ نہیں سکتی۔ وہ خود ہی سے جرح کر رہی تھی، خود ہی جوابات بھی تیار کر رہی تھی۔ وہ ماما کویتا کر گھر سے نکل آئی تھی۔ انہوں نے کوئی سوال نہیں کیا تھا کیونکہ انہیں سپین پر پورا بھروسا تھا۔ '☆☆☆☆'، 'راستے میں ہزار خدشے دل میں پناہ لیتے رہے، وہ سب کو نظر انداز کرتی بالآخر کیفے تک پہنچ ہی گئی تھی۔ وہ ابھی گاڑی کا دروازہ کھول کر نکلی ہی تھی کہ شیراز مسکراتا ہوا اس تک آیا تھا۔ وہ خاموش رہی مسکراتا بھی نہ سکی جبکہ سپین کے مقابلے میں شیراز بہت پر جوش تھا اسے سامنے دیکھ کر اس کی باچھیں کھل گئی تھی، شیراز اس کا ہاتھ تھامے اب کیفے کی جانب بڑھ رہا تھا باہر کی سردی سپین کو محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ اس کے دل میں کوئی ہلچل نہیں ہوئی تھی۔ اس نے ایک میز تک پہنچ کر کرسی کھینچ کر اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ خاموشی سے بیٹھ گئی اور وہ بھی اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔ تم سوچ بھی نہیں سکتی تمہیں یہاں اپنے ساتھ دیکھ کر میں کتنا خوش ہوں۔ اتنا خوش میں پہلے کبھی نہیں ہوا۔ وہ قدرے توقف کے لیے خاموش ہوا۔ تم میں جادو ہے جب جب ساتھ ہوتی ہو دنیا بھلا دیتی ہو۔ اس نے کہا تو وہ مسکرا دی کس جذبے کے تحت وہ نہیں جانتی تھی لیکن شیراز کو یک گونہ سکون ملا تھا۔ تمہاری مسکراہٹ آج بھی ویسی ہی ہے کہ مدمقابل کو چاروں شانے چت کر دے، یہ کشش بہت خاص لڑکیوں میں ہوتی ہے اور میں جانتا ہوں میری سب سے بہت خاص ہے۔ وہ دل و جان ہتھیلی پر نکال کر رکھ دینا چاہتا تھا۔ مرداس وقت عورت کے سامنے اپنی ذات فنا کر دینے کو تیار ہوتا ہے، جب وہ لڑکی بری طرح اس کے عشق میں الجھ گئی ہو، اور جب وہ اس کو حاصل کر لیتا ہے بے پروائی سے اپنی سمت پلٹ جاتا ہے۔ بھی کی کہی شیراز کی بات سپین کے ذہن کے پردے پر نمودار ہوئی تو استہزائی مسکراہٹ اس کے لبوں پر ٹپک گئی ایسا کچھ نہیں ہوا تھا جیسا وہ سوچ کر یہاں آئی تھی کہ محبت نئی انگڑائی لے لے گی۔ سپین نے کافی کا کلیوں سے لگا کر اسے بغور دیکھا۔ تم بھی بولوناں کب سے میں ہی بول رہا ہوں۔ تمہیں سننے کو ترس گیا ہوں، یا یہ عشق بری بلا ہے اس بار لگتا ہے جان نہیں چھوڑے گا۔ وہ کہہ کر خود ہی ہنس دیا۔ سپین نے پرسوج نکاپیں شیراز پر جمائی کافی کا مک میز پر رکھتے ہوئے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پیوست کر دیں۔ مجھے لگا تھا کہ میں تم سے ملوں گی تو میرے جذبات کا شور میرے اندر کے سکون میں طلاطم پیدا کر دے گا، مگر شیراز یہاں موت کا سکون ہنوز طاری ہے مطلب جانتے ہو ناں؟ محبت تم پر اب بھی عنایت کرنے کا دل نہیں رکھتی۔ وہ بہت خاموشی سے سیاہ شیشوں کے پار باہر کی سمت دیکھتے ہوئے بولی۔ اپنی غلطیوں کی معافی مانگ چکا ہوں تا عمر ازالہ کرنے کو تیار ہوں، باخدا اب کبھی کوئی غلطی سرزد نہیں ہوگی۔ وہ اس کی آنکھوں میں مثبت جواب تلاش کر رہا تھا اور وہ خاموش تھی، لبوں سے مک لگا کر کافی کا آخری گھونٹ بھرا اور مک میز پر رکھ کر اسے دیکھتے ہوئے گویا ہوئی۔ کچھ غلطیوں کے ازالے ممکن نہیں ہوتے شیراز، وقت ان پر مریم تو رکھ دیتا ہے مگر ان رشتوں کو بحال نہیں کیا جاسکتا کیونکہ دل کے رشتے صرف اعتماد اور بھروسے پر ہی جڑے ہوتے ہیں۔ سپین نے بغور شیراز کی آنکھوں میں دیکھ کر بات کی تو وہ تڑپ گیا اور فوراً سپین کے ہاتھ تھام کر شدت سے جکڑ لیے تھے۔ یقین مانوسین تمہارا عشق اب اتھاپوں کو چھو رہا ہے۔ تم میری آنکھوں میں دیکھ سکتی ہو، میں مجنوں بن گیا ہوں، شاعری کرنے لگا ہوں، یا پلیر ایک بار تو لوٹو میری جانب۔ ہر گز دور کر دوں گا۔ اس نے کہا تو سپین کو کوفت سی ہونے لگی، وہ یہ سب سننا نہیں چاہتی تھی۔ جس شخص کو میری آنکھوں میں اتنی دیکھنے سے نفرت ہوگئی تھی، جسے زندگی جینے کے لیے ہر آزادی میں دینے کو تیار تھی، جو میرے ہزار وعدوں کے باوجود مجھے بے بسی میں چھوڑ گیا تھا تو اب میں کیسے یقین کر لوں کہ اب اس شخص کو مجھے سے عشق ہو گیا ہے، وہ شاعری کرنے لگا ہے وہ بھی میرے لیے؟ کیسے یقین کر لوں شیراز اور فرض کرو کہ یقین کر بھی لوں تو کیا حاصل؟ میرے بس میں اب تم سے محبت کرنا ہے ہی نہیں۔ وہ اڑیل بنی ہر بات کے آخر میں بس یہی کہتی تھی کہ محبت اب باقی نہیں رہی اور شیراز اس کے لہجے کی تلخی محسوس کرتے ہوئے ایک بار پھر مایوس ہو گیا تھا لیکن وہ ابھی ہارنا نہیں چاہتا تھا، وہ اس پاس بغور نکاپیں دورا رہی تھی تب ہی اسے مطلوب شخص نظر آیا تو اس نے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ شیراز اسے اشارہ کرتے دیکھ کر چونکا وہ ایک خوبرو نوجوان تھا جواب مسکراتے ہوئے انہی کی سمت آ رہا تھا۔ شیراز ان سے ملو یہ حمزہ ہیں۔ اگلے ہفتے ہماری منگنی ہے اور حمزہ آپ تو جانتے ہی ہیں انہیں۔ سپین نے مسکرا کر تعارف کا مرحلہ طے کیا۔ انہیں کون نہیں جانتا۔ ان کی تو بہت شہرت ہے ماشاء اللہ شیراز اس یونیورسٹی کا گولڈ میڈلسٹ تھا۔ حمزہ بھی اسے اس حوالے سے جانتا تھا۔ حمزہ نے اگے بڑھ کر سلام کیا تو وہ مسکرا کر ملا۔ سپین نے دیکھا کہ حمزہ کے لہجے میں بہت نرمی تھی وہ اسے شیراز کے ساتھ دیکھ کر بالکل بھی غیر معمولی انداز میں پیش نہیں آیا تھا وہ حیران ہوئی تھی یہی حمزہ کا امتحان لینے کا اس کا ایک طریقہ تھا اور وہ اس میں کامیاب رہا تھا۔ ایک محبت کے بعد دوسری محبت پر طبع آزمائی کر رہی ہو یقیناً اس بار کامیاب رہو گی۔ ایک سلکنا ہوا جملہ شیراز اس کی طرف پھینک کر چلا گیا تھا اور وہ ہنس دی۔ یہ اس کی حقیقت تھی۔ وہ حمزہ سے کہتی مسکراتی تھی۔ حمزہ اب خاموش تھا سپین پھر سے میز پر بیٹھ کر کافی کا ارڈر کر رہی تھی حمزہ بھی ساتھ ہی بیٹھ گیا تھا۔ آپ کو کیا لگتا ہے سپین۔ کیا ایسا ہوتا ہے جیسا شیراز نے کہا۔ حمزہ کے چہرے پر اب بھی سنجیدگی تھی۔ پہلی ناکام محبت دوسری کامیاب محبت کی ضمانت نہیں ہوتی کیونکہ محبت ہر بار اپنے اسلوب بدل لیا کرتی ہے، یہ نئے انسان کے ساتھ نئی فہرست بھی تیار رکھتی ہے، محبت میں کبھی بھی ایک سا تجربہ نہیں ہونا چاہیے۔ تم نے جان بوجھ کر میرا ساتھ مانگا تھا اگر تمہیں ابھی یا بعد میں کوئی بھی مسئلہ ہوتا تو اس کے ذمہ دار صرف تم ہو گے

محبت کرنا بھی مجھے اب کسی بھی شے سے فرق نہیں پڑتا لیکن شاید تمہاری عزت مجھے تم سے سکھا دے لیکن کوئی وعدہ نہیں کر رہی۔ تمہارے اور ماما کے لیے میں اتنا کر رہی ہوں کہ اپنے ماضی سے باہر نکل کر ایک نئی زندگی کی شروعات کرنا چاہتی ہوں، تم جانتے ہو شیراز کس قدر پیچھے پڑا ہوا ہے لیکن میں اس کی سمت نہیں پلٹ رہی جبکہ اب یہ ایک اچھا تجربہ بھی ہوسکتا ہے۔ جب تک کافی اتنی وہ کہتی رہی اور حمزہ اپنا مگ اٹھاتے ہوئے اسے بغور سن رہا تھا۔ سبین تم نے شیراز کی بات مان کیوں نہیں لی صرف انا کی خاطر؟ اس نے پوچھا تو سبین نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ کھوکھلی ہوگئی ہے اس کی محبت کسی طور اب میرے اندر نہیں پنپ سکتی۔ عورت اپنی محبت اپنی ذات کی انتہا درجے کی تذلیل کرنے والے کو کبھی بھول کر بھی پھر سے محبت نہیں کرسکتی، پھر سمجھوتا ہوتا ہے جبکہ میرے پاس اس سے بہتر آپشن موجود تھا سو میں سمجھوتا کیوں کرتی؟ اور کہنے ہیں ناں حمزہ کہ اگر مرد پلٹنا چاہے تو اس کا ہاتھ تھام کر روکا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر عورت پلٹنا چاہے تو اسے نہیں روکا جاسکتا کہ وہ پلٹے سے پہلے ہی جا چکی ہوتی ہے تو یہ بات سو فیصد درست ہے۔ سبین نے کچھ بے پروائی اور کچھ سنجیدگی سے کہا تو وہ ن کے اس بچپنے سے کہنے پر مسکرا دیا۔ جب انہی نے مجھے کہا تھا کہ سبین نے تمہیں بلایا ہے گڈ نیوز ہے وہ اگلے ہفتے منگنی کے لیے کے لیے ہاں کر چکی ہے اور ابھی شاپنگ کے لیے جانا ہے اور آپ کو کیفے سے لینا ہے تو یقین جانے تب میں بوکھلا گیا تھا سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جو پاؤں میں پہنتے ہیں اسے جوتا کہتے ہیں یا جراب، جس سے بال بناتے ہیں اسے برش کہتے ہیں یا پالش۔ ماما کو شک تھا کہ میں پاگل ہونے کے قریب ہوں خوشی سے۔ وہ موضوع بدل کر اسے مسکراتے دیکھنے کی چاہ میں ہونگیاں مارنے لگا تو سبین آج پہلی بار دل سے مسکرائی تھی۔ جب آپ نے مجھے شیراز کے ہمراہ دیکھا تو کسی قسم کا ردعمل کیوں نہیں ظاہر کیا؟ وہ نہ جانے کیا جانتا چاہ رہی تھی، حمزہ مسکرا دیا۔ جب آپ نے میرا تعارف اس سے کروایا تو سارے شکوے دھل گئے۔ وہ کچھ پل کے لیے رکا اور پھر گویا ہوا۔ اور مجھے یقین تھا کہ آپ میری طرف بڑھی ہیں تو ماضی کو پیچھے چھوڑ کر ہی بڑھی ہوں گی۔ وہ مسلسل مسکراہٹ لبوں پر سجائے ہوئے تھا، وہ اس لڑکے کے اعتماد پر مسکرا دی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ میری محبت تمہارے اندر مرجھاتے ہوئے محبت کے پودے میں نئی اور مضبوط کونیلیں پھوٹنے کی وجہ بنے گی۔ حمزہ نے اس کی سیاہ جھیل سی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تو وہ شرارتا ہنس دی۔ اور جتنے یقین سے آپ کہہ رہے ہیں ناں مجھے یقین ہے کہ سچ کہہ رہے ہیں۔ وہ سنجیدگی سے کہہ کر حمزہ کو گنگنائے پر مجبور کر گئی تھی۔ تم ہی ہو محبوب میرے، میں کیوں نا تمہیں پیار کروں۔ وہ جھینپ کر کاڑی میں جا بیٹھی اور اس کے لبوں پر اسودہ سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔“